شاعرِ اُمّی سید صادق علی ''چھنگا صاحب'' حسینؔ جائسی

پدم شری جناب مہذبؔ لکھنوی مرحوم مصنف مہذب اللغات

پچھلے سو برس سے اردو زبان کے سلسلے میں لکھنؤ کی سرزمین کو جو مخصوص شرف حاصل رہے ہیں ان کی مثال ہندوستان کے کسی دوسرے شہر میں ڈھونڈھے نہیں ملتی۔ دوسری دلفریب باتوں کے ساتھ ساتھ ایک خاص فضیلت اس مرکز ادب کو یہ بھی حاصل ہوئی کہ یہاں چند ایسے حضرات بھی گذرے جن کی درسی استعداد کا اس قابل ہونا تو درکنار کہ اس کا کوئی معیار قائم کیا جائے، یہ لوگ حرف شناس بھی نہ تھے لیکن ماحول کی شائستگی اور زمانے کی آب وہوا موافق مزاج ہونے کے اثر سے ان لوگوں نے شعر وسخن میں ایسی مشق ومہارت پیدا کرلی کہ پڑھے لکھوں کی صف میں سب کے برابر بیٹھنے کے قابل مان لئے گئے۔ اس قسم کے لوگوں میں دو آدمی ہمارے سامنے ایسے گذرے جن کا ذکر باقی رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ایک جناب نھو صاحب شفیقؔ مرحوم لکھنوی تھے، لیکن وہ صرف غزل اور قصیدہ ہی کہتے تھے اور خوب کہتے تھے، دوسرے شخص سید صادق علی چھنگا صاحب حسینؔ مرحوم تھے جو دیگر اصناف سخن میں بھی ماہر تھے لیکن مرثیہ کی طرف ان کو خاص طور سے توجہ تھی۔

حسینؔ مرحوم نہایت خوشگو شاعر تھے، مولانا بندہ کاظم صاحب جاویدؔ مرحوم ان کے بہنوئی تھے اور وہ انھیں سے اصلاح لیتے تھے۔ استاد کی شفقت اور اپنی طبیعت داری کی بدولت غزل اور مرثیہ دونوں میں مہارت حاصل ہوگئی۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک شعر غزل کا ملاحظہ ہو جس سے ان کے زور طبیعت کا اندازہ ہوجائے گا ؎

کھینچا ہے جو ناوک تو سرک جاؤ ادھر سے
اب خون نہیں آگ نکلتی ہے جگر سے

غرض غزلیں بہت کہیں اور بہت خوب کہی ہیں لیکن مرثیہ غزل سے کہیں زیادہ مشکل چیز تھا مگر مرثیے بھی ایسے کہے کہ جب لوگ خود سنتے تھے تو بے حد محظوظ ہوتے تھے اور آج بھی ان کا مطالعہ تعجب اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ اگر ماحول مناسب مل جائے اور قدرت کی طرف سے طبیعت بھی موزوں عطا ہوجائے تو ایک بے پڑھا لکھا انسان بھی اپنے زور تخیل اور آمد طبع کو زبان کی خوبیوں اور روزمرہ کی بندشوں کے نازک راستوں سے لے کر کس سبکروی کے ساتھ گذر جاتا ہے۔

حسینؔ مرحوم لکھنؤ کے ایک رئیس وقت مولانا نواب مہدی حسین صاحب ماہرؔ مرحوم کے داماد تھے اور چونکہ ماہرؔ مرحوم خود مرثیہ گوئی کے دلدادہ تھے اور بہت خوب کہتے تھے لہٰذا ممکن ہے کہ اس رشتے کے سبب سے حسینؔ مرحوم کی طبیعت مرثیہ گوئی کی طرف اور زیادہ مائل ہوگئی ہو۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ مرحوم ایک اچھے مرثیہ گو تھے۔ اپنا کلام خود ہی پڑھتے بھی تھے، ایک شخص منبر کے پاس کھڑا رہتا تھا جو ان کے ہاتھ کے مرثیہ سے دیکھ دیکھ کر ہر بند کا پہلا مصرع اشارتاً چپکے سے بتادیا کرتا تھا اور یوں ہی پورا مرثیہ حافظہ کی غیر معمولی قوت سے تمام کیا جاتا تھا۔

حسینؔ مرحوم نے تقریباً پندرہ مرثیے کہے جو کل تو شائد تغیرات زمانہ کے باعث باقی بھی نہ ہوں گے۔

جناب حسینؔ مرحوم کی کچھ مختصر پنشن تھی اور وہی ان کا ذریعہ معاش تھی۔ کم آمدنی پر بھی نہایت خودداری کے ساتھ بسر کرتے تھے، ان کے ایک چھوٹے بھائی سید مجاور حسین صاحب تمنا لکھنوی مرحوم تھے جو نہایت خوبیوں کے بزرگ اور صاحب معلومات شاعر تھے۔

حسینؔ مرحوم نے اپنے بعد صرف تین لڑکیاں چھوڑیں۔ آپ کے ننہیال کا سلسلہ لکھنؤ کے خاندان اجتہاد سے تھا۔ آپ کی سکونت پاٹے نالے پر تھی۔ ۱۹۴۰ء میں ۶۰ سال کی عمر کو پہنچ کر اس دار فانی سے انتقال فرمایا اور امام باڑہ جناب غفران مآبؒ کے صحن میں دفن ہوئے۔

(مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۱ء)